۱۸۵۷ء کی کہانی مرزا غالب کی زبانی

(دستنبو اور خطوط غالب کے حوالے سے)

مرتب: مخمور سعیدی، شائع کردہ: نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

نکات نویسی و تبصرہ: فردین احمد خاں فرؔدین رضوی

شمار	نکتہ	صفحہ
۱	غاؔلب نے دستنبو انگریز سرکار کی خوشنودی کو مد نظر رکھتے ہوئے تحریر کی جس میں مئی ۱۸۵۷ء سے جولائی ۱۸۵۸ء تک دہلی کے واقعات قلمبند کیے۔ وہ لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ وہ انگریز دوست ہیں۔	x-xi
۲	غاؔلب کے مطابق بغاوت کے حامی اور مخالفین دونوں ہی سلطان بہادر شاہ ظفر کو نگاہِ تعظیم سے دیکھتے تھے۔ فرخ آباد کے تفضل حسین خاں، بریلی کے خان بہادر خاں، رامپور کے نواب یوسف علی خاں، لکھنؤ کے نواب شرف الدولہ وغیرہ نے انہیں نذرانہ نیاز پیش کیا۔	xii
۳	دستنبو میں یہ ذکر متعدد بار آیا ہے کہ انگریز کا غصہ زیادہ تر مسلمانوں پر تھا کیوں کہ ہر اول دستہ مسلمانوں کا ہی سمجھا جاتا تھا۔ شہر کی ہندو آبادی انگریز کے غیض و غضب سے محفوظ رہی۔	xviii
۴	مرزا صاحب عادی شرابی تھے، روز رات کو ان کا مشغلہ ولایتی شراب پینا تھا، اور نہ پینے پر انہیں نیند نہیں آتی تھی، جو غدر کے ایام میں انہیں میسر نہیں آرہی تھی۔ شراب مہنگی بھی ہوگئی تھی اور کم یاب بھی، اسی لیے انہیں گنیش داس گنے کی دیسی شراب سے کام چلانا پڑا۔	ایضاً
۵	پنشن کے بند ہونے پر مرزا صاحب کپڑے اور بستر بیچ-بیچ کر اپنا پیٹ پالتے تھے، خود کہتے ہیں کہ اور لوگ تو کھانا کھاتے تھے اور وہ گویا کپڑے کھا رہے تھے۔ دستنبو کا اختتام انہوں نے اس امید پر کیا ہے کہ ان کی پنشن بحال ہو جائے، دوبارہ اعزاز و خلعت مل جائے۔ جو کہ پوری بھی ہوئی۔	xx

٦	کتاب کے ایک ایڈیشن میں ایک قصیدہ ملکہ انگلساں کی غلو آمیز مدح پر مبنی بھی مرزا صاحب نے شامل فرمایا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اصل میں بہادر شاہ ظفر کے لیے لکھا گیا تھا مگر چوں کہ فیصلہ بغاوت کا ان کے حق میں نہ رہا اس لیے چند اشعار کے پھیر بدل کے بعد ملکہ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ کتاب میں اس قصیدہ سے قبل درج ہے "قصیدہ بر گزیدہ در مدح خداوند روے زمیں، سایہ جہاں آفریں، حضرت قدر قدرت، ملکہ معظمہ انگلستان، خلد اللہ ملکہ بالعدل والاحسان، مشتمل بر تہنیت فتح ہندوستان"۔	xxiii
۷	مرزا صاحب سال ۱۸۵۷ء کو علم الاعداد سے "رستخیز بے جا" کہتے ہیں، اور باغیوں کو میرٹھ کی کینہ خواہ فوج کے بدبخت، سر پھرے سپاہی قرار دیتے ہیں۔ بقول ان کے: سب کے سب بے شرم، فسادی اور آقا کشی کے جذبات سے سرشار، جنہوں نے حکام میں سے جسے دیکھا بری طرح مار ڈالا، آرام گاہوں کو جلا دیا۔	٦
۸	ان کے مطابق مٹھی بھر خاک بھی نہ رہی جو "گل بدنوں کے خون سے نہ رنگی ہو"۔ پھر یوں واے حسرت لیتے ہیں کہ "ہاے وہ عادل و عاقل، نیک طینت و نیک نام حکام، آہ وہ خوبصورت، نازک بدن خواتین جن کے چہرے چاند کی طرح روشن اور بدن کچی چاندی کی طرح دمکتے تھے، اور بچے جن کے متبسم چہرے پھولوں کو شرماتے تھے۔۔۔ سب کے سب خون کے بھنور میں جا ڈوبے۔"	۷
۹	مرزا صاحب نے باغیوں کو سیاہ باطن، نمک حرام کہا۔ انہوں نے ہندوستان کے امن و امان کا صفایا کر دیا۔ باغی چور واچکے تھے، اور خواتین کے ہاتھوں گردنوں سے سب لوٹ کر لے گیے۔	۹
۱۰	آپ کے مطابق، اس وقت دہلی میں کم و بیش پچاس ہزار لوگوں کی فوج جمع تھی۔ اور مقامی افراد سے انہیں بہت مدد ملی جو کہ فوج کے ساتھ ہو گیے تھے۔	۱۲
۱۱	مرزا صاحب کے نزدیک خان بہادر خاں ایک گمراہ شہرت طلب تھا جس نے بریلی میں تھوڑا سا لشکر جمع کر لیا تھا۔	۱۴

۱۲	آگے فرماتے ہیں کہ چار مہینے چار دن تک یہ ماجرا چلا اور پھر سے دہلی انگریزوں کے زیر نگیں ہو گئی۔ یلغار اور پسپا ہونے کا دن ایک ہی ہے پیر کا دن۔ اور انگریز جدھر گیے وہاں باغیوں کو قتل کر دیا، کئی لوگ ان میں سے بھاگ نکلے اور کچھ نے مقابلہ کیا۔	۱۵
۱۳	غالؔب کہتے ہیں کہ باغیوں نے اپنے خیال میں غیروں کا خون بہایا مگر ان کے نزدیک انہوں نے شہر کی آبرو ریزی کی۔	۱۶
۱۴	راجہ نریندر سنگھ بہادر فرماں روائے پٹیالہ اس جنگ میں انگریزوں کے ساتھ تھا۔	۱۷
۱۵	معاملہ ٹھنڈا ہونے کے بعد مرزا صاحب نے وہی قصیدہ ملکہ انگلستان کے نام بجھوایا جو بڑا پسند کیا گیا اور ان سے ان کی خواہش دریافت کی گئی، مرزا صاحب نے پنشن کا ذکر کیا جو کہ انہیں دے دی گئی۔	۲۱-۲۳
۱۶	مرزا صاحب کہتے ہیں کہ باغیوں نے انگریزوں کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا جب کہ انگریز کتنے صبر و تحمل والے تھے کہ غالؔب کے مطابق انہوں نے باغیوں کی عورتوں اور بچوں کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دیا! اور مجرم اور غیر مجرموں کا امتیاز رکھ کر عدل کے تقاضے پورے کیے۔	۲۴
۱۷	ان کا کہنا ہے کہ اس عرصہ میں جو جہاں تھا محتاج تھا، کھانے پینے کی کمی اور پانی و ضروریات زندگی سے محروم تھا۔	۲۵
۱۹	ایک ذاتی خط میں لکھتے ہیں کہ غدر کے ایام میں شہر، شہر نہیں رہا بلکہ کیمپ بن گیا ہے چھاونی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ قاسم خاں کی گلی، خیراتی کے پھاٹک سے لیکر اور فتح اللہ بیگ کے پھاٹک تک بے چراغ ہے۔ ہاں آباد ہے تو غلام حسن خاں کی حویلی جسے ہسپتال بنایا گیا ہے۔	۴۸
۲۰	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کے مزار کے متعلق ایک خط میں کہتے ہیں کہ، اس جگہ کی رونق، جہاں ایک اچھا خاصا گاؤں آباد تھا صرف بادشاہ کے دور تک تھی اور یہ سب رونقیں، خانقاہوں کی فلاح و بہبود سلطان کے وقت تک تھیں، اب سب کچھ اجڑ چکا ہے، میاں کے صاحبزادے مفقود ہیں، اور ان کا کلام، تبرکات اور دیگر اشیا کی بھی کوئی خبر نہیں۔	۴۹

۲۱	غالؔب کہتے ہیں کہ ان کے ہزارہا دوست، احباب مداح، خیر خواہ، اس سانحے کی نذر ہو گیے، کئی موت کے آغوش میں سو گیے تو کئی مفقود الخبر ہو گیے، اور اس دوران انہیں کئی غموم ایک ساتھ لاحق ہو گیے، غمِ مرگ، غمِ فراق، غمِ رزق، غمِ عزت سے ان کی فکری قوتیں بھی مضمحل ہونے لگیں۔	۵۰

تبصرہ:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا آغاز ۱۱/ مئی کو ہوا اور تبھی سے غالؔب گھر میں محبوس ہو گیے، دستنبو اور خطوط غالؔب کی روشنی میں کئی ایک باتیں ہمیں معلوم چلتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ چوں کہ دستنبو انگریز گورمنٹ کو خوش کرنے کی غرض سے لکھی گئی تھی، غالؔب نے مجاہدین آزادی کو جی بھر کر برا بھلا کہا ہے اور ان کی تصاویر کو حتی الامکان مسخ کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے دستاویز جن کو کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے لکھا گیا ہو (جو یہاں غالؔب کے کیس میں اپنی پنشن و خلعت کی بحالی تھا)، یہ بھی ایک محل نگاہ بات ہے کہ تاریخ میں ان کا مقام کیا ہونا چاہیے، ممکن ہے کہ اپنے مقصود کے حصول کے لیے لکھاری نے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہو جسے ہم بڑی خوبصورتی سے "مصلحت" کا جامہ پہنا سکتے ہیں۔ دستنبو کے مطالعہ سے سادہ لوح قاری کے ذہن میں یہ تاثر ضرور پیدا ہوتا ہے کہ غالؔب جنگ آزادی میں شریک افراد سے بد ظن، متنفر اور ملکہ وکٹوریہ کے وفا کیش جاں نثار تھے جس کی طرف ان کا قصیدہ مدحیہ بھی اشارہ کرتا ہے۔

مجاہدین کی دہلی آمد اور پھر ان کی سرکوبی میں انگریزوں کی کارکردگی، چاروں طرف خوف و ہراس کا ماحول اور قتل و غارت کی داستانوں نے یقیناً غالؔب کے دل پر ایک گہرہ صدمہ برپا کیا۔ اس دوران دستنبو میں چیدہ- چیدہ اور خطوط میں بارہا وہ اپنے گورے اور ہندوستانی دوستوں، احباب، مداح اور خیر خواہوں کے مرگ و فراق میں مرثیہ خوانی کرتے نظر آتے ہیں۔

الغرض کہ اس وقت کے کئی مورخین اور اہل فن نظر آتے ہیں جو کسی مصلحت یا انگریز گورمنٹ سے اپنی وفاداری کے ثبوت میں مجاہدین آزادی کی امیج کو بگاڑنے میں لگے رہے اور اپنی خود ساختہ تواریخ میں انہوں نے اس تحریک کی جم کر بیخ کنی کری ہے۔ مثال کے طور پر سر سید احمد خاں جو کہ انگریز گورمنٹ کے ایک جاں نثار اور وفادار فرد تھے، اپنی تحریر اسباب بغاوت ہند میں لکھتے ہیں کہ "یہ بات بھی مفسدوں کی حرام زدگیوں میں سے ایک حرام زدگی تھی، نہ واقع میں جہاد"۔(۱۸۵۷ء، روزنامچے، معاصر تحریریں، یادداشتیں، مرتبہ: محمد اکرم چغتائی)

اسی طرح اکابرین دیوبند بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کو نادرست اور بغاوت سے تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ ان کے مسلّم پیشوا رشید احمد گنگوہی صاحب سے منقول ہے کہ "بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا"۔(تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۷۳)

میری دانست میں جہاد ۱۸۵۷ء آزادی ہند کی وہ پہلی دستک تھی، جس نے آنے والی دیگر تحریکات کا پیش خیمہ تیار کیا اور پہلی بار اہل ہندوستاں کے دلوں سے انگریزوں کا خوف دور کرا نہیں اپنے حق کی لڑائی لڑنے پر آمادہ کیا تھا۔ اسے محض غدر یا بغاوت کا نام دے کر اس کے اثرات سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ پھر خود انگریز گورمنڈٹ کے وظیفہ خواروں کے منہ ان کی رحم دل سرکار کی کوئی تنقید سننا ایک امر مشکل اور گورمنٹ کے مخالفین کی زجر و توبیخ سننا ایک فطری سی بات ہے۔ لہذا تاریخی مصادو مراجع کسی طرح کے پیشگی تاثر سے پاک ہوں یہ از حد ضروری ہے تا کہ حقیقت کا روشن چہرہ بغیر کسی آمیزش کی گرد و غبار کے سامنے آسکے۔

مجھے امید ہے کہ میری اس نکات نویسی سے اہل فنون و تحقیق کے لیے حقائق کے کئی چہروں سے نقاب کشائی ہوئی ہو گی اور جنگ آزادی کی اولین نقش تحریک ۱۸۵۷ء سے متعلق کئی انکشافات سامنے آے ہوں گے۔

☆☆☆

۷/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ - مطابق-۱۸/جولائی ۲۰۲۱ء/بمقام: پیلی بھیت

کتبہ: المفتقر الی اللہ سبحانہ و تعالی

فردین احمد خاں فرؔدین رضوی

[بی-سی-اے؛ کھنڈیلوال کالج، روہیل کھنڈ یونیورسٹی،

ریسرچ اسکالر، اسلامیات، استشراقیات واستغرابیات]

Fardeenahmadkhan786@gmail.com